تھا پھر حنفی ہوا تھا، اس دوران اہلحدیث کا سخت مخالف تھا اور ہر دور میں کچھ نہ کچھ تصنیف بھی کیا کرتا تھا، بعد میں وہ اہلحدیث بھی ہوا تھا۔ اس کی کتابوں میں کچھ الٹے سیدھے مسائل ملتے ہیں' جو اہلحدیث کے بالکل نہیں۔ ☆(۱) اور نہ ان پر اہلحدیث قائل اور عامل ہیں؛ بلکہ ان میں سے بعض مسائل تو انہی الزام تراشوں کے اپنے ہیں اور ان کی اپنی اہم فقہی اور مسائل کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ''الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔'' تحقیق کے لیے دیکھیے [ابو داؤد مترجم وحید الزمان ۱/۱۹ - ۲۰ ، پاک و ہند میں علماء اہلحدیث کی خدمات ص ۹۶، لغات الحدیث ۳/ ۵۰]

الغرض اہلحدیث کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اگر کسی اہلحدیث عالم سے بھی کوئی مسئلہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے خلاف صادر ہوا تو اس کو بھی بغیر چوں و چرا کے چھوڑ دیتے ہیں؛ اس کے لیے تأویلات اور بہانے ہرگز نہیں ڈھونڈتے۔ ﴿وما توفیقی إلا باللّٰہ﴾ ☆(۲)

عوام سے اپیل

آخر میں تمام مسلمان عوام الناس سے گزارش ہے کہ کسی عالم کی زبان سے یا کسی کتاب اور رسالے میں اہل حدیث کی طرف کسی ایسے مسئلے کی نسبت کی گئی ہو جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہو، تو اس پر ہرگز عمل نہ کریں؛ بلکہ اہل حدیث علماء کے ساتھ رابطہ کر کے تحقیق اور معلومات حاصل کریں۔ اور یہی قرآن کا حکم ہے: ﴿فاسئلوآ اهل الذكر إن كنتم لاتعلمون ۞ بالبینت والزبر ......﴾ (یعنی اہل علم سے پوچھ لیں اگر تم خود نہیں جانتے، ساتھ ہی کتاب وسنت سے دلیل بھی طلب کر لیں) بغیر شرعی دلیل کے صرف بزرگوں کی طرف نسبت کرنا یا کسی کتاب کا حوالہ دینا بالکل کارآمد نہیں ہے۔ یہی اہل حق کی روش اور منہج و سلوک ہے۔ بلا دلیل و برہان کے فتویٰ، جواب اور بیان کی 'علمی' دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہے؛ لہٰذا 'عملی' زندگی میں بھی انہیں کوئی حیثیت نہیں دینا چاہیے۔

☆(۱) پچھلے سال ہفت روزہ اہلحدیث میں ایک تحقیقی مضمون پڑھا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد تو تھ[illegible] لیکن مسلک اہلحدیث سے اس کی وابستگی محل نظر ہے۔

☆(۲) اہل حدیث محققین کی کتابیں، فتاویٰ اور رسالے اس حقیقت کا واضح ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مجلۃ [illegible] میں بھی اس کی متعدد مثالیں دستیاب ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی اہل حدیث عالم دین اپنے تحقیق اور فتوے پر اصرار نہیں کرتا؛ بلکہ غلطی ثابت ہونے پر رجوع [illegible] کے لیے مستعد رہتا ہے۔ ﴿ذلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشآء﴾

(ابو محمد عبد الوہاب خان)

سوانح علمائے اہل حدیث

خطیب دلنواز وشاعر اہلحدیث الشیخ محمد عباس اختر رحمة الله عليه

عبدالوھاب خان

اللہ پاک اپنے بندوں میں سے بعض کو خصوصی صلاحیت سے نواز تا ہے اور اسی عطا کردہ قابلیت کے مطابق اس سے کام لیتا ہے۔الشیخ محمد عباس اختر ؒ کو خالق کائنات نے فصاحت لسانی اور زور بیان سے مزین کرکے جوہر خطابت سے سرفراز فرمایا تھا۔ یہاں آپ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے، تاکہ تاریخ کا کچھ حصہ رقم ہو اور محترم قارئین آنجناب کے لیے رحمت ومغفرت کی دعائیں مانگا کریں۔

سلسلہ نسب: ابوعبداللہ محمد عباس اختر ولد اخوند علی موسیٰ ولد اخوند غلام رسول ولد اخوند محمد عظیم

سن ولادت: رجسٹریشن کاغذات کے مطابق آپ نے 31 دسمبر 1958ء میں چھلو پائین محلّہ گربونگ (لوہاراں) میں اخوند علی موسیٰ کے دولت کدے میں جنم لیا۔

ابتدائی تعلیم: آپ کے دادا اپنے زمانے میں دستیاب وسائل کے مطابق دینی تعلیم سے بہرہ ور تھے اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے ''اخوند'' یعنی اہل محلّہ کے امام وپیشوا تھے۔چھلو محلّہ گربونگ کے لیے اخوند کے فرائض ادا کرانے کی خاطر انہیں سلینگ گاؤں سے بلاکر چھلو میں آباد ہونے کے وسائل فراہم کیے گئے۔اس طرح آپ کا تعلق دیندار علمی گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد نے آپ کو ناظرہ قرآن مجید تک کی تعلیم خود دی اور عام تعلیم کی خاطر سکول میں داخل کرادیا۔گورنمنٹ پرائمری سکول باپنی میں چوتھی جماعت تک پڑھ لیا تھا۔اس دوران والد صاحب گھر پر محلے کے بچوں کو بلاکر آپ کو ان کے سامنے کربلا کے قصے اور اہل بیت کے قصیدے وغیرہ پڑھنے کا موقع دیا کرتے تھے۔اس عمل نے آپ کو شاعرانہ ذوق اور جوشِ خطابت کا خوگر بنایا اور عملی زندگی میں آپ نے فن خطابت میں اپنا لوہا منوالیا۔

حصول علم کے لیے سفر: آپ کے چچا بشیر الدین ''بڑا اخوند'' بننے کا عزم لے کر دینی تعلیم کے لیے پنجاب گئے تھے اور وہاں نوربخشیہ کا کوئی مدرسہ نہ پاکر قرآن وسنت کا سادہ علم سیکھنے کی خاطر اہلحدیث مکتب فکر کے مدارس میں داخلہ لیا تھا۔آپ بفضل الٰہی توحید وسنت کے عقیدے سے قلب وذہن کو مزین کرکے گھر لوٹے اور اپنے پیارے بھتیجے محمد عباس اور پیارے بھانجے محمد حسین کو حصول علم کا شوق دلاکر قریبی دینی مدرسے ''دارالعلوم بلتستان غواڑی'' لے گئے۔وہاں کچھ عرصہ گزار کر سردی

سے بچانے کے لیے پنجاب لے گئے اور 1969ء میں ''دارالحدیث جہلم'' میں داخل کرایا۔ وہاں دو سال پڑھنے کے بعد ۱۹۷۱ء میں ''جامعہ سلفیہ فیصل آباد'' میں داخل ہوئے، جو اس دور میں زیادہ معیاری اور شہرت یافتہ مدرسہ تھا۔ یہیں سے 1979ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد لاہور چینیاں والے مدرسے میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ سے شرف تلمذ حاصل کرکے توحید وسنت کی وکالت کا جذبہ اور علامہ کا انداز حاصل کیا۔ اسی سال وفاق المدارس السلفية سے ایم اے پاس کیا۔ آپ بار بار علامہ صاحب کا تذکرہ کرکے ان سے حاصل کردہ فیض کا اظہار کرتے تھے۔

1981ء میں آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ ملا۔ وہاں كلية الحديث الشريف سے 1986ء میں فارغ التحصیل ہوگئے اور رابطہ عالم اسلامی کے ذیلی ادارے هيئة الاغاثة الاسلامية العالمية کے تحت اور جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کی زیرنگرانی ڈسٹرکٹ گانگچھے کے ہیڈکوارٹر خپلو میں کتاب الٰہی وسنت نبوی کی خدمت کا کام سنبھال لیا۔

1989ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے عربی زبان وادب میں M.A کا امتحان پاس کرلیا۔

خپلو میں آپ نے درج ذیل جماعتی خدمات انجام دیں:

۱۔ دسمبر 1986ء سے جمعیت اہل حدیث خپلو کا تاحیات امیر رہا۔

۲۔ جامع مسجد اہلحدیث خپلو بالا میں امامت وخطابت۔

۳۔ یہاں صدیق آباد (گمبہ بھٹونگ) میں فروری 1982ء سے قائم ''**مدرسہ تعلیم القرآن**'' کو کسی قدر ترقی دلاکر ''**معهد عبد الله بن عباسؓ لتعليم القرآن والحديث**'' کا نام دلایا۔

۴۔ ''**معهد عبد الله بن عباسؓ**'' میں تدریس اور دیگر سٹاف کی نگرانی کی۔

۵۔ 1987ء سے جمعیت اہلحدیث بلتستان کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔

۶۔ بعد میں جمعیت اہلحدیث بلتستان کی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔

۷۔ **معهد عبد الله بن عباسؓ** سے منتقلی کے بعد آبائی محلہ گربونگ اپنے گھر میں ''**مدرسہ تعلیم القرآن**'' قائم کیا اور اس میں تدریسی خدمات پیش کیں۔

۸۔ خپلو ستروپنی میں ''**جامع مسجد اہلحدیث خپلو پائین**'' اور مدرسہ ''**مرکز سنت**'' کے نام سے قائم کیا۔ رمضان ۱۴۳۰ھ (اگست 2009ء) سے نماز جمعہ اسی جامع مسجد میں منتقل کرلی؛ تاکہ اکثر نمازیوں کے لیے سہولت ہو۔

۹۔ مجلۃ التراث کے آغاز (1998ء) سے مجلس ادارت کے رکن رہے۔ اور ابتداء میں مضمون اور نظمیں پیش

کرتے رہے۔ مجلس ادارت کی میٹنگوں میں اداریے اور دیگر مضامین پر تنقیدی تبصرہ اور اصلاح نامہ بھی پیش کرتے رہے۔ آپ کی تجویز پر نظموں کی اصلاح کے سلسلے میں مولانا علیم ناصریؒ کی خدمات حاصل کی جاتی رہیں۔ شمارہ 25 سے آپ کو مجلس مشاورت کی رکنیت سونپ دی گئی۔

۱۰۔ متعدد لڑکوں کو دینی تعلیم کا شوق دلا کر اسلامی مدارس میں داخل کرایا؛ اس طرح جہالت و ناخواندگی کے خلاف بھی عملی کردار ادا کیا۔ جزاہ اللہ أحسن الجزاء

۱۱۔ آپ کی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا جو آپ سے دو تین ماہ پہلے فوت ہوئیں مکمل گھریلو خاتون تھیں۔ ان کی بہو کا بیان ہے کہ مرضِ وفات میں ہفتہ بھر خپلو ہسپتال میں ان کی خدمت میں کمربستہ رہی، مگر ہر تکلیف پر ہمیشہ ''یا اللہ'' کہتے ہی سنا؛ کبھی کسی مخلوق کو پکارتے ہوئے نہیں سنا۔ نیز مرحومہ وضو میں پاؤں بھی ہمیشہ دھویا کرتی تھیں۔

۱۲۔ کئی بار جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کے تحت منعقدشدہ تربیتی ورکشاپوں میں علمی مقالے پیش کیے۔

۱۳۔ جمعیت طلباء جامعہ دارالعلوم بلتستان کے جلسوں میں شرکت کا شوق رکھتے تھے۔

۱۴۔ اہم ترین جماعتی مواقع پر سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیے اور اپنی نظموں سے مجلس گرماتے رہے۔

غیر جماعتی سرگرمیاں:

۱۔ علاقے میں امن وامان کے فروغ اور مذہبی رواداری کے قیام کے لیے ہر مسلک کے قائدین کے ساتھ مل کر پرخلوص کوششیں سرانجام دیں۔

۲۔ علاقائی مسائل اور شہری سہولتوں کے سلسلے میں حکام بالا سے ملاقاتیں کرتے رہے۔

۳۔ خپلو شہر میں فحاشی پھیلانے والے عوامل اور ڈش وکیبل کے خلاف مہم میں بھرپور خدمات پیش کیں۔

۴۔ سرکاری زکاۃ کمیٹی کے ممبر رہے اور کمیٹی کی میٹنگوں میں فعال کارکن اور مخلص مشیر کی حیثیت سے وہ مقام پیدا کیا کہ چیف کمشنر نے آپ کو باقاعدہ زکاۃ کمیٹی کا چیئرمین مقرر کرکے آرڈر بھیج دیا۔ مگر آپ نے سابقہ چیئرمین سید بہادر علی سالک پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ان سے اس اہم عہدے کا چارج لینا گوارا نہ کیا اور معذرت کر لی۔

۵۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ٹیوٹر رہے اور پرچوں کی بھرپور توجہ سے تصحیح کرتے رہے۔

۶۔ کاروان ادب خپلو کی مجلس ادارت کے رکن رہے اور اس میں ادبی، شعری اور فنی خدمات پیش کیں۔

۷۔ خپلو اور سکردو کی ادبی محفلوں اور مشاعروں میں شرکت کرتے رہے۔

آپ کے ادبی وشاعرانہ ذوق کو دیکھ کر محکمہ تعلیم نے ٹیچری کے عہدے کی پیشکش کی، جسے آپ نے قبول نہ کیا۔

۸۔ مختلف سرکاری اور سماجی تقریبوں میں بڑے اہتمام سے شرکت کرتے۔ وہاں تقریر کرتے اور تازہ کلام سناتے۔ متعدد مرتبہ کرسی صدارت کو بھی رونق بخشتے رہے۔

۹۔ خپلو کے متعدد سرکاری اور پبلک سکولوں کی گورننگ باڈی کے رکن تھے اور بہتر تعلیم وترتیب کے سلسلے میں ہمیشہ مفید تجاویز دیتے رہے۔

۱۰۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی سیرت اور خدمات سے متعلق کتب اور ''الہلال'' زیر مطالعہ رکھتے تھے؛ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ ایم فل یا پی ایچ ڈی کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔

۱۱۔ ایک دفعہ کراچی گئے تو کراچی وحیدر آباد میں مہینہ بھر اہتمام سے دعوتی وتبلیغی وقت گزارا۔

۱۲۔ تبلیغی جماعتیں ہوں یا جہادی تنظیمیں، ہر کار خیر میں بساط بھر تعاون پیش کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔

۱۳۔ آپ بااخلاق اور مہمان نواز تھے۔ خصوصی مہمانوں کی تواضع کے لیے باورچی خانے کے اندر اپنی مہارت کا لوہا منوانے میں بھی عار نہ سمجھتے تھے۔

سانحہ ارتحال: آپ تندرست، طاقتور اور لحیم وشحیم تھے۔ کبھی کبھی بلڈ پریشر کا ہلکا سا عارضہ لاحق ہوتا جو ہفتہ عشرہ کے پرہیز سے اعتدال پر آجاتا۔ 14 جولائی 2010ء کے دن ایک دوست کو دوپہر کا کھانا کھلا کر الوداع کیا اور خود اکیلے ہی پیدل جا کر طبی سہولتوں سے عاری DHQ ہسپتال خپلو کی شاندار وخوبصورت عمارت میں جا پہنچے۔ پھر فون کر کے اپنے دوست مولانا محمد یعقوب کو بلا لیا۔ وہاں ڈاکٹر کے پاس علاج کے دوران ہی ملک الموت رب ذوالجلال کا پیغام اجل لے کر پہنچا۔ کہتے ہیں کہ عارضہ قلب لاحق ہوگیا تھا۔ (واللہ اعلم) ﴿إنا لله وإنآ إليه راجعون﴾

یہ اندوہناک خبر ملتے ہی بلتستان کے اطراف واکناف سے لواحقین اور احباب جماعت خپلو پہنچے۔ ''مرکز السنۃ'' میں نماز جنازہ کے بعد محلّہ گربونگ روڈ میں اردگرد کی آبادی اُمڈ آئی اور یہاں ایک جم غفیر نے پھر نماز جنازہ ادا کی۔ یہاں آبائی کھیت میں آپ کی والدہ محترمہ کے پہلو میں سپرد خاک ہوگئے۔ مقبرہ محلّہ گربونگ سے ذرا پہلے مغرب میں مین روڈ سے تھوڑی سی بلندی پر جنوب کی طرف واقع ہے۔

پسماندگان: آپ ایک بیوہ، تین بیٹے (عبداللہ، عبدالرحمٰن اور ہارون)، پانچ بیٹیاں، بوڑھے والد، دو بھائی (محمد